البحرالرائق،ج:٦، ص:۲۹۰، الفروق،ج:۴، ص:۸۹، منتھی الارادات ج:۴، ص:۲۵۷

۲۳- سورۃ ص:۸٦

۲۴- النساء:۵۹

۲۵- سورۃ المائدہ:۱۰۱

۲٦- مسند الامام احمد بن حنبل،ج:۲،ص:۳۱۳

۲۷- رزین بحوالہ جمع الفوائد ج:۱، ص:۴۱حدیث نمبر ۲۷٦، المکتبۃ الاسلامیہ، سمندری

۲۸- مسند الامام احمد بن حنبل،ج:۱،ص:۱۷۹

۲۹- جوامع السیرۃ، امام ابن حزم،ص:۳۱۹-۳۳۵ ادارہ احیاء السنہ گرجاکھ ضلع گوجرانوالہ ، اعلام الموقعین، امام ابن قیم ج:۱،ص:۳۹-۴۲

۳۰- ملاحظہ فرمائیں الرسالۃ الثالثہ، اصحاب الفتیامن الصحابۃ ومن بعد ھم علی مراتبھم فی کثرۃ الفتیا- یہ رسالہ جوامع السیرۃ(۳۱۹-۳۳۵)میں شامل ہے۔

۳۱- سورۃ الاعراف:۳۳

۳۲- سورۃ النحل:۱۱٦-۱۱۷

۳۳- سورۃ الجاثیہ:۳۲

۳۴- اعلام الموقعین،ج:۱،ص:۷۸-۸۰

۳۵- سورۃ القصص:۵۰

۳٦- سورۃ ص:۲٦

۳۷- سورۃ الجاثیہ:۱۸-۱۹

۳۸- سنن ابی داؤد مع شرح عون المعبود،ج:۱۰، ص:٦۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت

۳۹- تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے: البحر الرائق لابن نجیم،ج:٦،ص:۲۸۹، مواھب الجلیل مع التاج والاکلیم،ج:٦،ص:۹۴-۹۵، المجموع للنووی، ج:۱،ص:۴۲ روضۃ الناظر،ج:۲،ص:۴۴۱، اعلام الموقعین،ج:۱، ص:۳۷-۳۸، مکتبہ ابن تیمیہ، قاھرہ

۴۰- الفتاوٰی الھندیۃ،ج:۳،ص:۳۰۹-۳۱۰، البحرالرائق لابن نجیم،ج٦، ص:۲۹۱

۴۱- ملاحظہ فرمائیے، التاج والاکلیم مع مواھب الجلیل،ج:٦،ص:۹۱، المجموع للنووی،ج:۱،ص:۴۵، کشاف القناع للبھوتی الحنبلی،ج:٦،ص:۲۴۲

۴۲۔ اعلام الموقعین، ج:۴، ص:۱۹۹-۳۳۰، مکتبہ ابن تیمیہ، القاھرہ

۴۳۔ اعلام الموقعین، ج:۴، ص:۱۹۹-۲۳۰، المجموع للنووی، ج:۱، ص:۴۴-۴۶، مختصر الطحاوی ص:۳۲۷، قوانین الاحکام الشریعۃ لابن جزی المالکی، ص:۴۲۲، طبع دار العلم، بیروت ۱۹۷۴ء

۴۴۔ الفقیہ والمتفقہ، ج:۲، ص:۱۵۲-۱۵۴، طبع اول، دار الافتاء السعودیہ ۱۳۸۹ھ

۴۵۔ البحر الرائق، ج:۶، ص:۲۸۶

۴۶۔ قواعد الاحکام فی مصالح الانام، ج:۲، ص:۱۵۱-۱۵۴

تصانیف امام طحاوی رحمہ اللہ کی خصوصیات

تحریر: ڈاکٹر حاجی ولی محمد ایسوسی ایٹ پروفیسر، اسلامیات خواجہ فرید کالج، رحیم یار خان

امام طحاویؒ کا علمی مقام

امام طحاوی رحمہ اللہ تیسری چوتھی صدی ہجری (۲۲۹-۳۲۱ھ) کے مشہور محدث اور حنفی فقیہ گزرے ہیں۔ آپ کا نام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی ہے۔ آپ امام ابوحنیفہ کے مسلک کے بہت بڑے امام اور مصر کے مایہ ناز فرزند ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ فضل و کرم فرمایا کہ آپ کو وہ صلاحیتیں بخشیں اور ایسا نور علم عطا کیا جس سے آپ نے مسلمانوں کی علمی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ کی کتابیں اس سلسلے میں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ ان سے مسلمانوں کو عقائد کی اصلاح میں بڑی مدد ملی۔ اور سنت نبوی کو روایت اور درایت کے ذرائع صحت کے ساتھ معلوم کرنے کا ٹھوس وسیلہ عطا ہوا۔ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ آپ کی کتب فقہاء اور محدثین کے نزدیک انتہائی وقیع اور قابل اعتماد ہیں۔ انہیں نہ صرف قبول عام نصیب ہوا بلکہ مختلف علماء نے ان کی شروح لکھ کر ان کی افادیت کو بھی عام کیا۔ امام طحاوی رحمہ اللہ کے اجتہادی کارناموں کے جہاں مسلمان علماء معترف ہیں وہاں یہ کتب اور علمی نگارشات باہر کے ملکوں میں بالخصوص مغرب کی دنیامیں بھی پذیرائی حاصل کر چکی ہیں۔ ان کی نشرواشاعت نیز مدارس اور علمی حلقوں میں ان کا تداول امام طحاوی رحمہ اللہ کے حق میں خراج تحسین ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کے بارے میں اہل علم کی آراء

امام طحاوی رحمہ اللہ حافظ حدیث اور فقیہ مشہور ہوئے۔ وہ تمام اہل علم کے نزدیک سارے مذاہب فقہ کے عالم تھے۔ ان کی علمی دیانت اور ثقاہت پر سب کا اتفاق ہے۔ حدیث کی تمام اصناف میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا۔ وہ علل حدیث اور ناسخ و منسوخ کے ماہر تھے ان کے بارے میں مختلف علماء اور اصحاب فن نے اپنی اپنی آراء کا اظہار کیا ہے۔ یہاں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔ جن سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ صرف محدث ہی نہیں تھے بلکہ فقہ میں بھی اجتہادی بصیرت رکھتے تھے۔

ابوسعید بن یونس اپنی کتاب "تاریخ العلماء المصریین" میں امام طحاوی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "

کان الطحاوی ثقة ثبتاً فقیها عاقلاً لم یخلف مثله"(۱)

(امام طحاوی رحمہ اللہ ثقہ ،حدیث اور اسناد میں ثابت احکام شرع میں فقیہ اور انتہائی عقلمند تھے۔انہوں نے اپنے بعد اپنا جیسا کسی کو نہیں چھوڑا۔)

ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ:

کان الطحاوی کوفی المذهب وکان عالماً بجمیع مذاهب الفقهاء"(۲)

(امام طحاوی رحمہ اللہ کوفی مذہب کے عالم اور تمام دیگر فقہی مسالک کے ماہر تھے)

کان من اعلم الناس بسیرالکوفیین واخبارهم مع مشارکته فی جمیع مذاهب الفقهاء(۳)

(امام طحاوی رحمہ اللہ فقہاء کوفہ کی تاریخ اور ان کے احوال کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔اور تمام مذاہب فقہاء میں شریک کار تھے۔)

ابوسعید السمعانی کہتے ہیں:

کان طحاوی اماماًثقة فقیهاً عاقلاً(۴)

(امام طحاوی رحمہ اللہ ثقہ امام اور عقل کے اعتبار سے ایک فقیہ ومجتہد تھے۔)

سبط ابن جوزی "المنتظم" میں لکھتے ہیں:

کان الطحاوی ثبتاً فهماً فقیها عاقلاً(۵)

(امام طحاوی رحمہ اللہ اپنی فہم اور عقل کے اعتبار سے ایک کامل فقیہ ومجتہد تھے۔اور حدیث واسناد میں ثابت تھے)

"أماالطحاوی فانه مجمع علیه فی ثقته ودیانته وامانته وفضیلته التامة ویده الطولیٰ فی الحدیث علله وناسخه ومنسوخه ولم یخلفه فی ذلک احد ولقد اثنی علیه السلف والخلف"(٦)

(امام طحاوی رحمہ اللہ کو ان کے ثقہ ہونے " ان کی دیانت وامانت میں پوری فضیلت حاصل تھی۔ اور حدیث میں یدطولی رکھتے تھے۔علل ،ناسخ ومنسوخ اور حدیث کی تحقیقی مہارت میں سب کا اتفاق ہے اور ان اوصاف میں کوئی ان کا قائم مقام نہیں۔پہلے بزرگوں اور بعد کے لوگوں سب نے ان کی تعریف کی ہے۔)

امام ذہبی فرماتے ہیں:

کان ثقةدیناعالماً عاقلاً(۷)

(امام طحاوی رحمہ اللہ انتہائی فاضل "عالم اور فقہ وحدیث کے ماہر امام گزرے ہیں۔)
ابن کثیر "البدایۃ والنہایۃ" میں فرماتے ہیں:
هواحد الثقات الاثبات الحفاظ الجهابذة(۸)
(امام طحاوی رحمہ اللہ کا شمار حدیث وفقہ کے بڑے حافظ حدیث، ثقہ و ثبت علماء میں ہوتا ہے۔)
علامہ کفوی نے طبقات حنفیہ کے دوسرے طبقہ میں امام طحاوی رحمہ اللہ کو شمار کرتے ہوئے لکھا:
قال العلامة الكفوى فى الطبقات بعدماعده من اهل الطبقة الثانية من اصحابناهوالشيخ الامام جليل القدر مشهورفى الافاق ذكره الجميل مملوفى بطون الاوراق الى ان قال وتفقه فى مذهب ابى حنيفة وصار اماماً(۹)
(علامہ کفوی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی رحمہ اللہ حنفی اصحاب کے طبقات میں دوسرے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ جلیل القدر اور مشہور عالم "فقیہ اور محدث ہیں۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ کے مسلک کو پڑھا" سمجھا حتی کہ وہ اس میں امامت کے مرتبے تک پہنچ گئے۔)
ابن ندیم "الفہرست" میں بیان کرتے ہیں:
وكان الطحاوى اوحد زمانه زاهدا(۱۰)
(امام طحاوی رحمہ اللہ اپنے علم اور زہد میں یکتائے زمانہ تھے۔)
طاش کبری زادہ "طبقات الفقہاء" میں امام طحاوی رحمہ اللہ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:
كان الطحاوى تقياء فقيها عارفا لم يخلق مثله(۱۱)
(امام طحاوی رحمہ اللہ تقوی "طہارت" تفقہ و تعلیم اور مہارت ومعرفت میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔)
ابن قطلوبغا کہتے ہیں کہ امام طحاوی رحمہ اللہ صاحب شرف وجلالت اور صاحب ادب و فضل تھے۔(۱۲) ابو عثمان احمد بن ابراہیم بن حماد(م-۳۲۹ھ) مصر کے قاضی مقرر ہوئے تو وہ ابوجعفر طحاوی کی صحبت میں رہنے لگے اور ان کے پاس کتب کا مطالعہ کرنے لگے اور ان سے حدیث بھی سماع کرتے۔ اس دوران اسوان سے ایک شخص آیا اور اس نے امام طحاوی رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے قاضی شہر یعنی ابوعثمان احمد بن ابراہیم بن حماد کی طرف متوجہ کیا اور کہا کہ ان سے اس بات کا فیصلہ کرائیں۔ اس شخص نے کہا کہ میں آپ کے پاس آیا ہوں قاضی کے پاس نہیں آیا۔ اس کے باوجود امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس سے کہا کہ میں جو کچھ کہوں گا وہ بھی قاضی کے مذہب کے مطابق ہوگا۔ اس پر قاضی ابوعثمان بن ابراہیم بن حماد نے کہا: اللہ آپ کو عزت دے آپ اسے فتوی دیجئیے"

جب قاضی نے اجازت دے دی اور ان کیلئے دعا بھی کی تب امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اب میں فتوی دیتاہوں۔ پھر اس کو اس کے سوال کا جواب دیا۔(۱۳)

اس واقعہ سے ایک جانب امام طحاوی رحمہ اللہ کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں قدرومنزلت کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے ۔اور دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف کس قدر بااخلاق اوردوسروں کا اکرام کرنے والے تھے۔ آپ کے پاس قاضی شہر یعنی ابو عثمان احمد بن ابراہیم بن حماد استفادہ کرنے آئے تھے۔ اور امام صاحب ایک اعتبار سے ان کے استاد اور امام تھے۔ تب بھی انہوں نے باہمی احترام اور منصب کا خیال رکھا۔ یہ چیز بھی امام طحاوی رحمہ اللہ کی عظمت کی ایک عمدہ دلیل ہے

کتب تاریخ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اہل علم " عوام اور شہر کے منصب دار سب امام طحاوی رحمہ اللہ کے ساتھ بڑے ادب واحترام سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ قاضی عبدالرحمن بن اسحاق جوہری حنفی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ امام طحاوی رحمہ اللہ کا اتنا ادب کرتے کہ جب تک امام طحاوی رحمہ اللہ سوار نہ ہولیتے وہ خوسواری پر نہ بیٹھتے اور ان کا یہ کہنا ہے کہ میں یہ احترام اس لئے کرتا ہوں کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نہ صرف ہمارے عالم ہیں بلکہ وہ ہمارے امام بھی ہیں:

هذا واجب لانه عالمنا وقدوتنا"(۱۴)

امام طحاوی رحمہ اللہ کی جلالت شان " علمی برتری اور کردار کی بلندی کا ایک اور تابناک پہلو یہ بھی ہے کہوہ امراء اور حاکموں کی علمی معاملات " فتاوی اور مسائل میں مدد کرتے تھے۔ لیکن کبھی ان سے کچھ لینے یا کسی مدد کی خواہش کرنے کے بارے میں کبھی نہ سوچتے تھے، بلکہ اکثر انہیں مفید نصیحتیں اور دنیاو آخرت کے بارے میں کار آمد باتیں بتاتے تھے۔

ایک مرتبہ امیر مصر ابومنصور تکین الخزری امام طحاوی رحمہ اللہ سے ملنے آئے ان کو دیکھا تو دل میں بہت رعب بیٹھ گیا۔امیر مصر انتہائی عاجزی سے کہنے لگے۔ اے امام صاحب میں اپنی لڑکی کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتاہوں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے معذرت ظاہر کی ۔ اس پر امیر مصر نے انہیں کریدا اور پوچھا کہ مال " زمین وغیرہ جس چیز کی ضرورت ہو وہ بھی آپ کے حضور پیش کردی جائے گی۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہ بات سنی تو انتہائی عمدہ انداز میں فرمایا کہ " تمہیں اپنے دین کی حفاظت کرنی چاہیے اور موت سے پہلے موت کی تیاری کرنی چاہیے اور میں تمہیں نصیحت کرتاہوں کہ لوگوں پر ظلم کرنے سے اجتناب کرو"(۱۵)

امام طحاوی رحمہ اللہ کے مضبوط کردار کی وجہ سے امیر مصر ان کے گھر سے اس قدر متاثر ہو کر گیا کہ مورخین نے لکھا ہے کہ امیر مصر اس کے بعد لوگوں پر ظلم وستم کرنے سے باز آگیا اور ایک نیک فرد کی

زندگی گزارنے لگا۔

اتقانی نے" غاية البيان "میں لکھا ہے:

لامعنی لانکارهم علی ابی جعفرفانه موتمن لامتهم مع غزارةعلمه واجتهاده وورعه وتقدمه فی معرفة المذاهب وغیرها فان شککت فی امره فانظر شرح معانی الاثار هل تری نظیرافی سائره المذاهب فضلامن مذهبنا انتهی"(١٦)

(ابوجعفر کی فضیلت کا انکار منکرین کو زیب نہیں دیتا۔ کیونکہ امام طحاوی رحمہ اللہ اپنی امت کے امانت دار ہیں۔ ساتھ ہی ان کا علم کثیر ہے اور مذاہب کے علم میں پیش پیش اور دوسرے اقوال میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ اور صاحب اجتہاد وورع میں ان کے بارے میں اگر شک ہو تو شرح معانی الاثار کو دیکھیں کہ سارے مذاہب میں اس کی نظیر نہیں ملتی اور ہمارے مذہب میں تو پوچھنا کیا انتہا ہوئی ")

محمد بدرالدین ابوفراس النعمان اپنی کتاب "لتعليقات السنيةعلى الفوائدالبهية" میں امام طحاوی رحمہ اللہ کے فقہی مرتبے کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ یہ بات قوی دلائل سے ثابت ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ ان مجتہدین میں سے تھے جو کسی مجتہد امام کی طرف منسوب ہونے کے باوجود ان کی تقلید نہیں کرتے تھے کہ وہ وہ اجتہاد کی اہلیت رکھتے تھے۔ کسی امام مجتہد کی طرف ان کا انتساب اس غرض سے ہوتا ہے کہ یہ معلوم ہوجائے کہ وہ احکام ومسائل میں کس بڑے امام کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے قائم کردہ بہت سے اصولوں سے اتفاق کرتے ہیں اور یہ کوئی معیوب بات نہیں۔ بہرحال مرتبے اور مقام کے اعتبار سے امام طحاوی رحمہ اللہ ایک بلند درجے پر فائز ہیں(۱۷)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی امام طحاوی رحمہ اللہ کے مجتہدانہ مرتبے کو اپنے خاص انداز میں تحریر فرماتے ہیں" جاننا چاہیے کہ امام صاحب کی کتاب" مختصر الطحاوی" اس بات کی گواہ ہے کہ اس کتاب کا مصنف ایک مجتہد ہے۔ لیکن علی الأطلاق نہیں بلکہ وہ ایک عظیم المرتبت امام سے منسوب ہے وہ محض مذہب حنفی کا مقلد نہیں بلکہ اس کی بنیادوں میں اپنے حصے کی محنت شامل کرنے والا ہے۔ لیکن "مختصر الطحاوی" اس بات کی گواہ ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ بہت سے معاملات میں امام ابوحنیفہ کی رائے سے اختلاف کرتے ہیں اور یہی چیز ان کے مجتہد ہونے کی گواہ ہے۔(۱۸)

ابوعبید بن جرثومہ قاضی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ان کی امام طحاوی رحمہ اللہ سے کسی مسئلے پر بحث ہوئی۔ ابن جرثومہ قاضی نے لکھا ہے کہ آپ کا قول امام ابوحنیفہ کی رائے سے مختلف ہے۔اس پر

امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا" اے قاضی کیا ہر بات جو امام ابوحنیفہ نے کہی ہے میں بھی وہی کہوں "اس پر ابوعبید بن جرثومہ نے کہا: میں تو تمہیں امام ابوحنیفہ کا مقلد سمجھتا تھا اور تم یہ کہہ رہے ہو۔ اس پر امام طحاوی رحمہ اللہ نے بہت خوبصورت فقرہ کہا کہ کیا کوئی دانش مند اور عبکری آدمی کسی کا مقلد ہوتا ہے۔ تو اس پر قاضی ابوعبید بن جرثومہ نے برجستہ کہا تو کیا تقلید کند ذہن کا مقدر ہے۔(۱۹)

علامہ ابن حجر عسقلانی کی یہ عبارت انتہائی موزوں ہے جو انہوں نے "السان المیزان" میں لکھی ہے وہ فرماتے ہیں:

كان ثقة جليل القدر فقيه البلدان عالما باختلاف العلماء بصيرا بالتصنيف وكان يذهب مذهب ابى حنيفة وكان شديد العصبية فيه(۲۰)

(امام طحاوی رحمہ اللہ ثقہ تھے، جلیل القدر تھے" فقیہ الناس تھے اور اختلاف العلماء کے عالم تھے وہ صاحب تصانیف اور صاحب بصیرت تھے مسلک حنفیہ کے پیروکار تھے اور اس میں بڑے پکے تھے۔

علامہ تغری بردی لکھتے ہیں:

كان امام عصره بلا مدافعة فى الفقه والحديث واختلاف العلماء والاحكام واللغة والنحو"(۲۱)

(امام طحاوی رحمہ اللہ فقہ، حدیث اختلاف العلماء، احکام اور لغت ونحو میں بلاشرکت غیرا اپنے زمانے کے امام تھے اور کبار فقہا حنفیہ میں سے تھے)

بہرحال کبار علماء ثقہ اہل علم کی مذکورہ شہادتیں، امام طحاوی رحمہ اللہ کی عظمت و مرتبت کو ظاہر کرتی ہیں۔ عرض امام اپنے عہد کے عظیم مجتہد، فقیہ اور مقلد غیر جاد تھے۔

مندرجہ بالا آراء سے انتہائی وضاحت سے یہ بات پائے ثبوت کو پہنچتی ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ فقہ حنفی کے طبقہ ثانیہ کے مجتہد ہیں۔ انہوں نے اس مکتب کی ترویج واشاعت میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور مکتب حنفی کو علمی بنیادوں پر استوار کیا۔ یہی رائے مشہور عالم علامہ عبدالحی لکھنوی کی ہے۔(۲۲)

امام طحاوی رحمہ اللہ فن حدیث وفقہ کے ماہر ترین امام گزرے ہیں" وہ ایک عام آدمی کی طرح نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بھرپور شخصیت کے ساتھ پیدا کیا تھا۔ انہوں نے تمام مسالک کا دقت سے مطالعہ کیا اور ان میں سے ہر ایک پر مہارت حاصل کی۔ تب وہ اجتہاد اور تفقہ کی راہ پر گامزن ہوئے۔ وہ تقلید کے قائل نہ تھے۔ ان کے بارے میں یہ بات مورخین نے لکھی ہے کہ وہ قیاس اور عقل کی بجائے

صحیح احادیث کے ذریعے مسلک حنفیہ کی بنیاد کو قوی کرتے تھے۔ تاریخی واقعات سے عیاں ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ اپنے فقہی مرتبے کے لحاظ سے امام ابن تیمیہ اور امام ابن حزم جیسے فضلاء سے ارفع واعلی منزلت کے مالک تھے اور علم حدیث میں ان کی مہارت ان کی فقہی جلالت وشان کی بنیاد کو کرواضح کرتی ہے،

تصانیف امام طحاوی رحمہ اللہ کی خصوصیات

امام طحاوی رحمہ اللہ نے جس ماحول میں زندگی گزاری اس کی واضح جھلکیاں ان کی تصانیف میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ جو زمانے کی دست برد سے بچ کر ہم تک پہنچی ہیں۔ افسوس کہ ان کی جملہ تصانیف محفوظ نہ رہ سکیں ورنہ اس دور کے عباسی معاشرے کی واضح اور مکمل تصویر ہمارے سامنے ہوتی۔ تاہم امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنے ماحول کا حق ادا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آج بھی اگر کوئی ان کی باقی ماندہ کتب میں اس دور کے سماجی معاشرتی نقوش تلاش کرنے کا متقاضی ہو تو اسے یقینا سیر حاصل معلومات میسر آہیں گی۔

امام طحاوی رحمہ اللہ ان چند بزرگ ہستیوں میں سے ہیں جن کی فقہی نگارشات خوب تفصیل طلب ہیں۔ ان کی بہت ساری کتابیں ابھی تک زینت طباعت سے آراستہ نہیں ہوہیں تاہم ان کی جو کتابیں منظر عام پر آئی ہیں وہ اپنے اپنے صنف میں شہ پارہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انھیں علمی و فقہی حلقوں میں بے پناہ قبولیت نصیب ہے۔ مختلف اسلامی ممالک کے مدارس میں انھیں نصابی کتب کی حیثیت حاصل ہے۔ ان میں معانی الاثار، اختلاف الفقہاء، مختصر الطحاوی، الشروط الصغیر فقہی نقطہ نگاہ سے زیادہ اہم ہیں ہم نے اپنے اس مقالہ میں ان کتابوں کا سیر حاصل جائزہ پیش کیا ہے۔ تاہم کچھ کتابیں ایسی بھی ہیں۔ جن کے صرف تذکرے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ کے زمانے میں علم فقہ ارتقائی دور سے گزر رہا تھا۔ اس کے اصول وضوابط علمی انداز میں مدون کیے جاچکے تھے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے تفسیر وحدیث کے فقہی امورومسائل پر بھی اپنی تحریروں میں بحث کی ہے۔ اور اپنی تمام فکری و عقلی صلاحیتوں کے ساتھ آیات احکام تفسیری نکات، احادیث اور مختلف علوم پر گفتگو کی ہے، مورخین اور تراجم نگار مولفین نے ان کی بہت سی مولفات کا ذکر کیا ہے۔ ان کی وہ نمایاں کتابیں جن میں فقہی مباحث شامل ہیں درج ذیل ہیں۔

معانی الاثار

امام طحاوی رحمہ اللہ کی انتہائی اہم کتاب معانی الاثار ہے۔ جس کوانھوں نے اپنے معاصرین علماءاوراحباب کی خواہش پر لکھا۔ اس کتاب کو انھوں نے صحیح احادیث اجماع امت اقوال صحابہ اور

تابعین کی اجتہادی آراء کی روشنی میں تحریر کیا ہے۔ اپنی اس کتاب میں انھوں نے فقہ کے اصول و قواعد کو منضبط کر کے احکام کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ہر مسئلہ واضح ہو جائے اور اس میں کوئی پیچید گی یا الجھن باقی نہ رہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب کو صحاح کے طرز پر مرتب کیا ہے۔ جس میں ہر باب کا عنوان قائم کرتے ہیں۔ پھر اس کے تحت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال صحابہ کرام کو جمع کرتے ہیں۔ اگر کہیں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اقوال صحابہ میں تعارض نظر آتا ہے تو حتی الامکان یہ کوشش کرتے ہیں کہ اس تعارض کو رفع کریں اور ان احادیث یا آثار میں اس طرح تطبیق دیں کہ تعارض از خود ختم ہو جائے۔

اس کتاب میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے جس بات کا خصوصیت کے ساتھ اہتمام کیا ہے۔وہ یہ کہ مسائل شرعیہ میں امام اعظم کے موقف کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی آراء عین احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس امر کو بھی واضح کیا ہے کہ بعض روایات اگرچہ بظاہر مسلک حنفی کے خلاف وارد ہوئی ہیں مگر امام طحاوی رحمہ اللہ نے ایک محقق کی حیثیت سے دونوں امور کو مد نظر رکھ کر اس امر کو بتحقیق ثابت کیا ہے کہ خود روایات ثابت ہیں یا منسوخ یا مؤول اور پھر ان میں سے کسی حیثیت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور واضح کرتے ہیں کہ امام اعظم کا مسلک بڑی حد تک صائب ہے۔ یہ امام طحاوی رحمہ اللہ کی اس کتاب میں کامیاب خصوصیت ہے اور ان کی اس کامیاب کوشش کو اہل علم تسلیم کرتے ہیں۔

معانی الآثار میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے جستہ جستہ احادیث پر فنی حیثیت سے بھی بحث کی ہے۔ اور حنفی روایات پر جو اعتراضات وارد کئے گئے ہیں۔ فن رجال کے لحاظ سے ان پر جرح کی ہے۔ انھوں نے عقلی اور نقلی دلائل سے مخالف کے ضعف کو ثابت کیا ہے۔ اس اعتبار سے ایک ایسی کتاب ہے۔ جو بے شمار محاسن کا مجموعہ ہے۔

علامہ محمد زاھد الکوثری اپنی کتاب الحاوی من مصنفات الطحاوی میں شرح معانی الآثار کے بارے میں لکھتے ہیں۔

معانی الآثار فی المحاکمة بین المسائل الخلافیة لیسوق بسند الاخبار التی یتمسک بهاابل الخلاف فی تلک المسائل و یخرج من بحوثه بعد نقد با اسناد اومتنار روایة و نظر ابما یقنع به الباحث المنصف المتبریء من التقلیدالا عمی

ولیس لہذا الکتاب فی التفقه و تعلیم طرق التفقه و تنمیته ملکة الفقه رغم اعراض من اعرض عنه و کان لاہل العلم عنایة خاصة بتدریس کتاب معانی الاثار و روایة و تلخیصه و شرحه والکلام فی رجاله(۲۳)

"کتاب معانی الآثار اختلافی مسائل کے بارے میں دلائل کا محاکمہ ہے اور ان روایات کی سند پر تنقید ہے جس سے دیگر فقہاء نے مسائل کا استنباط کیا ہے۔ پھر ان مباحث میں سند متن دونوں پر تنقید کرتے ہیں۔ جس سے ایک منصف مزاج عالم جو اندھی تقلید سے بری ہوتا ہے وہ باقی تمام کتب سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ فقہ تعلیم فقہ پر اس سے بہتر کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ چہ جائیکہ اس سے چشم پوشی کی جائے۔ اہل علم نے اس کتاب پر خاص توجہ دی ہے اور اس کی تدریس تلخیص شرح اور اس کے رجال پر کام ہر دور کے عالم نے کیا ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ جس مسئلے سے بحث کرتے ہیں اس مسئلے کے متعلق پہلے ساری روایتوں کا ذکر کرتے ہیں اپنے مسلک کے خلاف روایتوں کو پہلے پیش کرتے ہیں۔ پھر ان روایات کا ذکر کرتے ہیں جن سے روایت کردہ آثار کو تقویت و تائید ملتی ہے۔ پھر فرداً فرداً راویوں سے بحث کرتے ہیں۔ کہ آیا یہ راوی ضعیف ہے یا قوی آیا اس نے خود سنا یا نہیں۔ اگر خود نہیں سنا تو اس روایت کو ساقط کر دیتے ہیں مثلاً ایک مشہور سند یہ ہے۔ عن عمرو بن شعیب بن عن ابیہ عن جدہ چونکہ اس سلسلہ روایت میں عمرو بن شعیب نے اپنے باپ اور اپنے دادا سے جو روایت بیان کی ہے۔ وہ مشافہتہ نہیں ہے۔ بلکہ ان کے لکھے ہوئے صحیفوں سے ہے۔ اس لئے امام طحاوی رحمہ اللہ ان کی روایات کو دوسروں کے ہم پلہ نہیں سمجھتے اور ان کا اعتبار نہیں کرتے۔ اسی طرح اگر کوئی راوی مجھول الحال ہے۔ تو اسکی روایت کا اعتبار نہیں کرتے۔ پھر قرآن کی آیت کے ہوتے ہوئے کسی اثری سنت کو درخود اعتنا نہیں سمجھتے حکم کی تثبیت میں امام صاحب اجلہ صحابہ مثلاً خلفا راشدہ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت ابوموسی اشعری کے آثار و روایات کے مطابق فیصلہ دیتے ہیں۔ اگر مقابل میں صحیح آثار ہوں مگر روایت حضرت عبداللہ بن عمر اور دوسرے معروف صحابہ سے ہو تو ان کو مشہور و معروف صحابہ کی روایتوں پر ترجیح نہیں دیتے۔ مثلاً مس ذکر سے وجوب وضو کے مسئلے میں حضرت بسرہؓ صحابیہ کی روایت کو بعض فنی نقائص کی بنا پر اجلہ صحابہ کے عام معمول بہ طریقہ کے آگے قبول نہ کرسکے۔ کہ اس کی تائید خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کلمات سے ہوئی ہے۔ ایک صحابی نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا مس ذکر سے وضو واجب ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا

هل هو الا بضعته منک او مضغته منک آله تناسل

(تو تمہارا ہی ایک حصہ ہے۔ پھر اس کو چھونے سے وضو کیوں واجب ہوگا۔)

امام طحاوی رحمہ اللہ کی کتاب معانی الاثار اپنے اندر ایک منفرد طریقہ بیان اور انداز اعتدال لیئے ہوئے ہے۔ یہ طریقہ اور انداز اسلاف کے طریقہ بیان اور استدلال سے بالکل مختلف ہے یہاں علمیت بھی ہے۔ تحقیق بھی ہے۔ اور تصدیق و توثیق بھی۔

معانی الاثار کی چند اہم خصوصیات مختصراً ذکر کی جاتی ہیں جن سے مصنف کے فقہی مقام کو متعین کرنے میں سہولت ہوگی۔ امام طحاوی رحمہ اللہ ایک ایک حدیث کی مختلف اسانید کو جمع کرتے ہیں جن سے نہ صرف حدیث کی حیثیت مستحکم ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس طرح اہل علم کو بہت ساری سہولتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور فقہی احکام کے استنباط میں سہولت و آسانی ہوتی ہے۔ مستند احادیث فقہ کا اصل ماخذ ہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ بہت سارے ایسے رواۃ کی طرف نہائت عمدگی سے اشارہ کرتے ہیں جو مبہم اور مشتبہ ہوتے ہیں وہ مجمل کی تفسیر کرتے ہیں اور جن راویوں میں شک و اضطراب ہوتا ہے انہیں عمدگی سے واضح کرتے ہیں۔ تاکہ احکام کی بنیاد صرف ایسی احادیث پر ہو سکے جن کے نہ متن میں کوئی شبہ رہے اور نہ ہی سند میں کسی قسم کا اضطراب ہو۔

امام طحاوی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں صحابہ اور تابعین کی روایات کے ساتھ ساتھ فقہاء اور ائمہ کے اقوال کی بھی جرح و تعدیل کرتے ہیں۔ اور یہ آپ کا ایسا کام ہے جو آپ کے معاصرین سے نہیں ہو سکا۔

فقہی مسائل پر ابواب کے عنوانات قائم کرتے ہیں۔ اور پھر اس کے تحت روایات سے ایسے باریک مسائل دیدہ ریزی کے ساتھ اخذ کرتے ہیں کہ ان کی عقل و فہم کی بلندی و باریکی کی داد دیئے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی یہ کتاب فقہی ترتیب پر لکھی ہے بسا اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ وہ باب کے تحت کی روایات بظاہر موضوع سے تعلق نہیں رکھتیں مگر غور کیا جائے اور باریک بینی سے مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بہت مناسبت پائی جاتی ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ احناف کے دلائل پوری شدومد سے بیان کرتے ہیں۔ لیکن وہ دیگر ائمہ کے دلائل کو بیان کرتے ہوئے بھی انتہائی دیانت داری اور انصاف کا ثبوت دیتے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ وہ نظیر قائم کر کے اس طرح محاکمہ کرتے ہیں کہ وہ جیبزان کے تفقہ کا اعلیٰ نمونہ قرار پاتی ہے۔

مشکل الآثار

امام طحاوی رحمہ اللہ کی دوسری کتاب مشکل الآثار ہے۔ جو اس لحاظ سے انتہائی اہم کتاب ہے کہ اس میں مصنف نے احادیث کے درمیان اختلاف و تضاد کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے۔ مختلف احادیث میں رفع تضاد کے ساتھ ساتھ اپنی اجتہادی صلاحیتوں کو کام میں لاکر بہت سارے مسائل میں اجتہاد استنباط اور تفقہ کے ذریعے فقہی مسائل کے مابین اختلاف و تضاد کو بھی رفع کیا ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کی کتاب مشکل الآثار بنیادی طور پر احادیث کی کتاب ہے۔ اس کتاب میں اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ کہ مختلف احادیث میں جو تضاد نظر آتا ہے اسے رفع کیا جائے اور باہمی تطبیق کی کوشش کی جائے۔ رفع تضاد اور تطبیق کے عمل کے دوران امام طحاوی رحمہ اللہ نے فقہ حنفی کے مسائل کو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں تحقیق اور تدوین کے ساتھ پیش کرنے کی سعی کی ہے اور بالا تفاق آئمہ مجتہدین میں امام موصوف کی یہ اولین کامیاب کوشش ہے۔ قرون اولی خصوصا تیسری چوتھی صدی ہجری میں فقہی اختلاف رونما ہوئے اور وہ ثقافتی دینی اور علمی آبیاری کا باعث بنے۔ علماء باوجود اختلاف مسالک کے باہم ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔ چھٹی صدی ہجری میں شافعی فقہ کے علماء اپنے مسلک کی توضیح میں ہمیشہ احادیث کا حوالہ دیتے تھے۔ اور وہ علم حدیث میں حنفی علماء کو کمزور اور ناقص خیال کرتے تھے۔ اس بناء پر کہ وہ بظاہر احادیث رسول اللہ ﷺ میں مہارت تامہ کے مالک نہ تھے۔

اس کی واضح مثال "الطبقات الشافعیہ "امام تاج الدین سبکی کی ہے۔ حالانکہ یہ ایک نہایت ضعیف و کمزور خیال تھا۔ حنفی علماء ہمیشہ قرآن و سنت سے احکام کا استنباط کرتے رہے ہیں اور ان کی اولین کوشش یہی رہی کہ کسی مسئلے میں بھی قرآن کو حدیث سے سر مو انحراف نہ ہو۔ امام طحاوی رحمہ اللہ کی یہ کوشش حنفی علماء کی جانب سے قابل ستائش ہے کہ انھوں نے اس اعتراض کو مکمل طور پر رفع کرنے کی کوشش کی ہے۔اس سلسلے میں مشکل الآثار ذہانت سے بھرپور کوشش ہے جس کے اندر امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہ شہادت فراہم کی ہے کہ فقہ حنفی اور امام ابو حنیفہ سے متعلق مسلک کے علماء تمام مسائل کو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استنباط کرتے ہیں۔ اور یہ کہ ان کے ہاں فن حدیث کے سلسلے میں کوئی نقص یا مہارت میں کمی موجود نہیں ہے۔ بلکہ مشکل الآثار سے یہ امر ثابت ہو جاتا ہے کہ جس قدر تمسک بالسنتہ احناف کے ہاں موجود ہے اس کی مثال کسی اور مسلک کے علماء کے ہاں موجود نہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے مشکل الآثار میں اس امر کو ثابت کیا ہے کہ ان کے نزدیک جملہ امور دین میں احادیث و

آثار حجت ہیں اور ماخذ قانون کی حیثیت رکھتے ہیں۔

امام طحاوی رحمہ اللہ رحمہ اللہ نے مشکل الآثار میں اس بات کی تحقیق بھی کی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کونسا فعل ابتدائی ہے اور کونسا آخری ہے۔ کونسی حدیث ناسخ ہے اور کونسی منسوخ کونسی حدیث ایسی ہے کہ جس کا حکم خاص ہے اور کونسی حدیث ایسی جو عمومیت کی حامل ہے احادیث سے فقہی مسائل کے استنباط میں یہ بحث بھی اہمیت رکھتی ہے۔ فقہ حنفی میں تدبر تفقہ اور استدلال و استنباط کو خوب جگہ دی گئی ہے۔ اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی تھی کہ شاید فقہ حنفی عقلی استدلال سے عبارت ہے امام طحاوی رحمہ اللہ نے مشکل الآثار لکھ کر اس غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے۔ اور علمی سطح پر یہ بات ثابت کی ہے کہ مسلک حنفیت میں حدیث کو اتنا ہی اہم مقام حاصل ہے جتنا کسی اور مسلک میں قرآن مجید کے بعد حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کی کتابوں میں مشکل الآثار سب سے جلیل القدر کتاب ہے۔ جسے فقہاء اور محدثین نے سراہا ہے اور ان کے کام کی تعریف کی ہے۔(۲۴)

درحقیقت امام صاحب کی اس کتاب کو یہ اہمیت حاصل ہے۔ کہ یہ احادیث کے درمیان تضاد کو رفع کرنے میں اور مختلف احادیث سے احکام کو استنباط کرنے میں امام صاحب کی نہ صرف بہترین تصنیف ہے بلکہ ایسی تصنیف ہے کہ اس میدان میں یہ حرف آخر ہے۔(۲۵) اس موقف کی تصدیق کہ امام طحاوی رحمہ اللہ کی مشکل الآثار اپنے مضمون کے اعتبار سے حرف آخر کتاب ہے۔ اس سلسلے میں لکھی جانے والی مختلف کتابوں کے تقابلی مطالعے سے اس کا صحیح اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ جن حضرات نے امام شافعی کی اختلاف الحدیث کو پڑھا یا ابن قتیبہ کی مختلف الحدیث کا مطالعہ کیا وہ سب لوگ جب مشکل الآثار کو پڑھتے ہیں تو ان پر یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ علمی برتری وسعت مضمون دقت نظر اور دلائل و براہین کی عظمت کے اعتبار سے مشکل الآثار ان سب پر تفوق رکھتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ فقہ حنفی دراصل آثار وسنن سے عبارت ہے۔ رائے و قیاس پر مبنی ہیں۔ اور کسی طرح اس سے جدا نہیں یہاں اس حقیقت کے اعتراف میں امام طحاوی رحمہ اللہ کی علمی برتری کا اعلان ہے کہ مرور ایام کے باوجود مشکل الآثار اپنی اہمیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔(۲۶)

قرآنی احکام سمجھنے کے لیے انھوں نے احادیث و آثار میں زیادہ سے زیادہ درک و واقفیت حاصل کی۔ راویوں کے حالات زندگی ان کے اخلاق و عادات کی چھان بین کی۔ تاکہ ان کی روایتوں کا اعتبار اور اعتماد حاصل ہو پھر روایتوں کے متون کو اچھی طرح پرکھا تاکہ کوئی روایت کسی دوسری روایت سے

متضاد مفہوم نہ رکھتی ہو۔ اور نہ ہی کسی قرآنی آیت و حکم کے خلاف ہو۔ اگر روایات میں اختلاف نظر آیا تو تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے امتیاز و نسخ سمجھنے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے احکام اسلام کو روایات کی روشنی میں سمجھ کر لوگوں کے لئے آثار و احادیث کے معانی کی تشریح و توضیح کی کامیاب کوشش کی۔ آخری عمر میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے بہت سی مشکلات کو حل کرنے کے لئے اپنی کتاب "مشکل الآثار" لکھی۔ جس کے تقریبا آدھے اجزاء کی طباعت ہوئی ہے۔ اور تقریباً نصف کتاب اب تک خطی نسخے میں نادر علمی ورثہ کے طور پر دستیاب ہے۔

مختصر الطحاوی

مختصر الطحاوی فی الفقہ حنفی فقہ میں امام طحاوی رحمہ اللہ کی ایک ایسی تصنیف ہے جس میں انہوں نے امام اعظم اور ان کے اصحاب کے اقوال ترجیحات کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے ائمہ احناف کے اقوال کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور راجح قول کو دلائل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ مختصر الطحاوی کا اصل موضوع فقہ حنفی کے فروعی مسائل کو جمع کرنا ہے۔ چنانچہ صاحب کشف الظنون نے امام طحاوی رحمہ اللہ کی مذکورہ کتاب کے تعارف میں لکھا ہے۔

"مختصر الطحاوی فی الفروع النفیة للامام ابی جعفر الطحاوی الحنفی الفه کبیرا و صغیرا ورتبه کترتیب مختصرالحنفیة"(۲۷)

(امام طحاوی رحمہ اللہ کی مختصر فقہ حنفی کے فروعی مسائل پر مشتمل ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے پہلے کبیر اور بعد میں صغیر کے نام سے تالیف کیا۔ اور اسے امام مزنی کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا۔)

اس کتاب کی وجہ تصنیف امام طحاوی رحمہ اللہ نے خود بیان کی ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے فقہ کے مختلف مسائل کو اس کتاب میں جمع کیا ہے۔ اور مسائل کی بنیاد امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال اور آراء پر رکھی ہے۔(۲۸)

امام طحاوی رحمہ اللہ کی زیر بحث کتاب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ فقہ حنفی میں کوئی دوسرا مجموعہ ایسا نہیں کہ جہاں اتنے سارے مختلف متنوع مسائل یکجا کر دیئے گئے ہوں اور مزید یہ کہ متعلقہ مسائل کے بارے میں آئمہ کے اقوال بھی بیان کئے گئے ہوں۔ اور راجح قول کی جانب نشاندھی بھی کی گئی ہو۔ اس اعتبار سے مختصر الطحاوی ایک انتہائی اہم اور مفید کتاب کی حیثیت سے مرجع خلائق ہے۔

مختصر الطحاوی کے مطالعہ سے یہ امر بھی واضح ہوجاتا ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ فقہ حنفی کے مسلک کے مقلد ہی نہیں بلکہ مجتہد اور مبلغ بھی ہیں۔ اور ایسا بھی نہیں ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

کے تمام مسائل سے اتفاق کیا ہو۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سارے مسائل ایسے بھی ہیں جن میں وہ امام ابوحنیفہ سے اختلاف کرتے ہیں۔

اختلاف الفقہاء

یہ کتاب مختلف ناموں سے مشہور ہے۔ بعض اصحاب نے اس کتاب کا نام "اختلاف العلماء" لکھا ہے جبکہ کچھ اسے "اختلاف الفقہاء" کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔ ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی الحنفی (م ۳۷۰ھ) نے اس کتاب کا اختصار لکھا ہے۔ اور اس کا نام "مختصر اختلاف الامصار" تجویز کیا ہے (۲۹) اس کتاب کا نام "اختلاف الروایات" بھی مذکور ہے۔ علامہ ذہبی نے امام طحاوی رحمہ اللہ کی اس کتاب کا نام "اختلاف العلماء" بیان کیا ہے (۳۰) کشف الظنون میں حاجی خلیفہ نے اسے "اختلاف الروایات" کے نام سے بھی اپنے ہاں ذکر کیا ہے۔ (۳۱) اسی طرح اسماعیل پاشا نے ھدیہ العارفین میں مذکورہ کتاب کا نام "اختلاف الفقہاء" لکھا ہے۔ (۳۲) جبکہ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں امام طحاوی رحمہ اللہ کی زیر بحث کتاب کا نام "کتاب الفقہاء" تحریر کیا ہے۔ (۳۳) محمد صغیر حسن معصومی صاحب نے امام طحاوی رحمہ اللہ کی زیر بحث کتاب کو تحقیق و تصحیح کے ساتھ اسی نام "اختلاف الفقہاء" سے شائع کیا ہے۔

اس کتاب کے اصل نسخے کے عکس سے یہ امر ثابت ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس کتاب کا نام "اختلاف الفقہاء" رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ محقق موصوف نے اس کتاب کا نام یہی شائع کیا۔

اس کتاب میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے ائمہ اربعہ اور ان کے اصحاب کے ساتھ امام نخعی، امام عثمان البتی، امام اوزاعی (م ۱۵۶ھ) امام سفیان الثوری (م ۱۶۱ھ) امام لیث بن سعد، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلی اور حسن بن حی جیسے ائمہ مجتہدین اور کبار محدثین کے اقوال کو بیان کیا ہے۔

ابن الندیم کے بیان کے مطابق "اختلاف الفقہاء" کے تقریباً اسی ابواب ہیں (۳۴) جبکہ کشف الظنون میں حاجی خلیفہ، امام طحاوی رحمہ اللہ کی مذکورہ کتاب کے ایک سو تیس سے زیادہ اجزاء بیان کرتے ہیں۔ (۳۵) امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "اختلاف الفقہاء" میں اپنے مخصوص طریقہ استدلال سے مسائل کی وضاحت کی ہے۔ اور اسے اتنے مبسوط انداز میں لکھا ہے کہ قاری کے دل میں اس مسئلے کے سلسلے میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

الشروط الصغیر

کتاب الشروط الصغیر امام طحاوی رحمہ اللہ کی ایک اور [illegible] شائع ہوئی ہے فقہی شروط اسلامی میں یہ کتاب سب سے زیادہ قدیم ہے۔ یعنی عبادات، باہمی معاملات، عقود، محاضر و سجلات کی تسوید

و کتابت میں اس کتاب سے قدیم تر کوئی اور مخطوطہ دستیاب نہیں۔

اس کتاب کی اس اعتبار سے بھی بہت اہمیت ہے کہ اسے امام طحاوی رحمہ اللہ کی ایک نایاب کتاب یعنی الشروط الکبیر کے سلسلے میں اصل متن کی حیثیت حاصل ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ شروط سجلات اور شہادت میں ناقدانہ بصیرت رکھتے تھے۔ انہوں نے شروط الکبیر اور شروط الصغیر میں اپنے تجربات اور واقعات کے نتائج کو سامنے رکھ کر یہ مجموعے تحریر کیے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ مقدمات، قضایا یا مختلف موضوعات کے متعلق تحریری معاہدے تفصیلات، قانونی طور پر مستنبط کرتے تھے، ان کو اس کتاب میں امام نے جمع کر کے پیش کیا ہے۔ بظاہر کسی حوالے سے ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ کے اس کتاب کو تحریر کرنے کی وجہ کیا ہے لیکن ہمارا قیاس اور گمان غالب اس طرف مائل ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ جو فقہی شروط اسلامی کے انتہائی ماہر تھے اور انہوں نے بہت سارے باہمی معاملات اور قضایا کو فیصل کیا تھا۔ انہوں نے خود اس ضرورت کو محسوس کیا۔ کہ ان فقہی شروط کو ضبط تحریر میں لایا جائے۔ چنانچہ پہلے انہوں نے شروط الکبیر لکھی جو مخطوطات کی صورت میں دستیاب ہوئی لیکن بے حد آب رسیدہ اور پڑھنے کے اعتبار سے انتہائی مشکل اور عسیر الفہم پائی گئی۔ اس کے بعد ان کی لکھی ہوئی کتاب الشروط الصغیر محفوظ حالت میں ملی اور محققین نے "الشروط الصغیر" کو بنیاد بنا کر اور اصل متن قرار دے کر شروط الکبیر کی عبارتوں کی تصحیح اور قرات مکمل کرنے کی کوشش کی۔

کتاب "الشروط الصغیر" فقہی شروط پر امام طحاوی رحمہ اللہ کی سابقہ تالیفات کی یہ ایک زندہ سند ہے۔ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ یہ کتاب ایک ایسے فقیہ کی تالیف ہے جو مسائل کو انتہائی مدلل طریقے سے بیان کرتے ہیں۔

چوتھی صدی ہجری کے اوائل تک جن مشہور فقہاء اسلام کے مذاہب لوگوں میں مقبول اور پسندیدہ تھے ان میں خاص کر باہمی معاملات اور ان سے متعلق شروط نیز مقدمات، قضایا اور دیگر مضامین کو اس کتاب میں جمع کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ تحریری معاہدے، مسائل سے متعلق تفصیلات اور قانونی فیصلے وغیرہ بھی اسی کتاب میں جمع ہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے مختلف موضوعات کی جزیات کو مختلف ابواب اور عنوانات کے تحت شروط اور ادلہ کے ساتھ تحریر کیے ہیں۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کی کتاب مذکور کو ترک محقق روحی اوزجان نے دو جلدوں میں استنبول کے کتب خانے میں تلاش کر کے چار نسخوں سے مقابلہ کر کے تحقیق کی کوشش کی۔ اور پھر استنبول اور مکتبہ خدیویہ

کے کتب خانوں سے کتاب "الشروط الکبیر" کے نسخوں سے مقابلہ کر کے کتاب "الشروط الصغیر" کے متن کو ترتیب دیا۔ اور حواشی میں شروط الکبیر کے اقتباسات حسب مضامین ترتیب وار منضبط پیش کیا۔

مکتبہ خدیویہ کا مخطوطہ (رقم ۱۳۹، قسم الفقہ الحنفی، اوراق ٦٦) بعنوان "کتاب اذکار الحقوق والرھون من الجامع الکبیر فی الشروط لابی جعفر احمد بن محمد الطحاوی، قدیم عہد کے مستقل رسالہ کی شکل میں ہے جس کے ہر صفحہ میں ۲۱ سطریں ہیں اور دوسرا مخطوطہ (رقم ۱۴۰، قسم الفقہ الحنفی، اوراق ۴۰) جس کے ہر صفحے میں ۱۵-۲۱ سطریں ہیں، کرم خوردہ ہے اور ایک یا دو صفحے مفقود ہیں، دونوں نسخے آب رسیدہ ہیں اور مشکل سے پڑھے جاتے ہیں۔ ان دونوں چھوٹے رسالوں کو مشہور مستشرق یوسف تخت (Gosephschacht) نے بعنوان "کتاب اذکار الحقوق والرھون" ۱۹۲۷ء میں اور بعنوان کتاب الشفعۃ ۱۹۳۰ء میں شائع کیا تھا۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کی کتاب الشروط الصغیر کے مخطوطے استنبول میں دو مکتبہ مراد ملا میں، اور ایک قرہ مصطفی باشامیں آخری مخطوطہ فیض اللہ میں ہے ان کے نمبر بالترتیب یہ ہیں۔

۱- مرادملا (رقم قدیم ۹۷-۹۸۲، رقم تسجیل (۷۴۰) خط نسخ میں ۸۵۸ھ کا لکھا ہوا، ۱۷۰- اوراق پر مشتمل ہے۔

۲- مرادملا کے دوسرے مخطوطے کا قدیم نسخہ رقم (۹۸۳-۹۹۸) اور رقم تسجیل ۷۴۶) اور تاریخ کتابت ۸۷۰ھ خط نسخ میں جید تحریر، عدد اوراق ۱۷۵، یہ مخطوطہ عبارت وخط میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔

مکتبہ شیخ الاسلام فیض اللہ آفندی کا مخطوطہ (رقم تسجیل قدیم ۱۰۳۳، اور رقم تسجیل ۷٦۳، اور عدد اوراق مع فہرست ۱۲۴، تاریخ کتابت ۸۹۲ھ ہے۔

جمہوریہ عراقیہ ریاست دیوان الاوقاف کے شعبہ احیاء التراث الاسلامی کی گیارہویں کتاب کے زیر عنوان، عبداللہ الجبوری کے زیر نگرانی اس کتاب کی طباعت واشاعت عمل میں آئی۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کی کتاب الشروط الکبیر کے چار نسخے الگ الگ مخطوطے، دو استنبول کے مکتبہ شہید علی باشا میں اور دو مکتبہ خدیویہ مصر میں بالترتیب (رقم ۸۸۱، رقم تصنیف (۷-۹۲-۴/۲۹۷)، عدد اوراق ۲۱۴ حسب بیان سزگین پانچویں صدی ہجری کا ہے۔ پانچ اجزاء کی ایک جلد میں کتاب البیوع پر بکمال وتمام مشتمل ہے۔

دوسرا مخطوطہ (رقم ۸۸۲) رقم تصنیف (۷-۹۲-۴/۲۹۷) یہ بھی حسب بیان فواد سزگین پانچویں صدی ہجری کا ہے اور اس کے سارے اوراق ۱۸۰ ہیں۔ اس میں حسب ذیل رئیس کتابیں شامل ہیں۔

کتاب ولایات القضاة و توابعہ ، کتاب الحاضرومایتبعہ کتاب ولایات القضاة بے حد آب رسیدہ اور عسیر القرات ہے۔ کتاب الشروط الصغیر کی مدد سے ناقص عبارتوں کی تکمیل ممکن ہوئی۔ کتاب الحاضر کے تین اجزاء ہیں اور نہایت آب رسیدہ ہیں۔ ان کے اوراق ۱۸۰ کا مقابلہ کتاب الشروط الصغیر کے اوراق سے کرکے اس کے متن کی عبارتوں کی تصحیح اور قرات ممکن کی گئی ہے۔ اور تعلیقات کا حصہ تیار کیا گیا ہے۔

عقیدہ طحاویہ

امام ابوحنیفہ کے بعد امام طحاوی رحمہ اللہ علماء اہل سنت والجماعت میں سے سے پہلے فاضل ہیں جنہوں نے امام اعظم رحمہ اللہ کے بعد علم کلام میں اپنے مشہور رسالے "عقیدہ طحاویہ" میں فقہاء امت کے عقیدوں کو جمع کرکے ساری امت کو ان کے اعتقاد رکھنے کی تلقین کی۔ اس رسالے کا عنوان انہوں نے "بیان عقیدة فقہاء الملة ابی یوسف و محمد بن الحسن رحمھم اللہ تعالیٰ" لکھا ہے۔ اس رسالے میں سلف صالحین کے ان عقیدوں کے بارے میں ذکر کیا ہے جس کے بارے میں اہل السنت کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ اور امت کے سارے فرقوں کا عقیدہ یہی ہے۔ چنانچہ علامہ سبکی رقم طراز ہیں:

فجمهور اهل الحق يقرون عقيدة اى جعفر الطحاوى التى تلقاهاالعلماء سلفا وخلفا بالقبول(٣٦)

(جمہور اہل حق ابو جعفر طحاوی کے عقیدے کا اقرار کرتے ہیں کہ اس کو سلف صالحین اور بعد کے لوگوں نے پسندیدگی کے ساتھ قبول کیا۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کا رسالہ عقیدة الطحاوی عام مسلمانوں کے عقائد درست کرنے کیلئے نہایت مختصر اور کامل رسالہ ہے۔ مسلمانوں کو بدعات اور فاسد خیالات سے بچنے کیلئے ان کا عقیدہ دیکھنا ضروری ہے۔ چونکہ یہ عقائد قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں۔ اس کی اہمیت کی وجہ سے علماء نے طویل شرحیں اور تحقیقات تحریر کیے ہیں۔

عقیدہ طحاوی عمر بن اسحاق حنفی ہندی (م ۷۷۳ھ) کی شرح کے ساتھ ہند میں ۱۳۱۲ھ میں طبع ہوا (۳۷) شیخ احمد شاکر نے اپنی تحقیق سے ایک دوسری شرح یعلی بن محمد بن ابی العزا لحنفی کے ساتھ ۱۳۷۳ھ میں شائع کیا۔

نجم الدین بکیرس بن بلنقلج الترکی (م ۶۵۱ھ) نے "النور الامع والبرهان الساطع" کے نام سے تحریر کی ہے۔ محمود بن احمد بن بن مسعود القونوی الحنفی (م۔ ۷۷۰ھ) نے القلائد فی شرح العقائد کے نام سے

تحریر کی ہے۔(۳۸)

شیخ امام فقیہ، لوگوں کے علم، اسلام کے حجت، ابو جعفر وراق طحاوی مصری رحمہ اللہ نے فرمایا، یہ اہل سنت والجماعت کے اس عقیدہ کا مذکور بیان ہے جو فقہاء ملت حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی، ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم انصاری، اور ابو عبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی رضوان اللہ علیھم اجمعین، کے مذہب کے موافق ہے۔ دین کے اصول، جن پر یہ آئمہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور جن کے مطابق اللہ رب العالمین کے دین کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ ان کا ذکر بھی یہاں ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنے اس مختصر رسالے میں نہایت ضروری عقائد کے سارے مسائل کو قرآنی آیات اور سنت کے سارے صحیح روایات ارو صحابہ کرام کے آثار کی روشنی میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اولین تصنیفات "فقہ اکبر" فقہ اوسط "اور "وصیت" کے بیان کردہ اعتقاد سے متعلق کلمات واصطلاحات کو نہایت احسن طریقے سے بیان کیا ہے۔ الفاظ پر غور کریں تو بیشتر قرآنی کلمات کا استعمال رسالے میں کیا گیا ہے۔ توحید وصفات باری تعالیٰ کا ذکر، ربوبیت، خالقیت کے معانی، قدرت ومشیت کی وضاحت، پیغمبر ﷺ کے خاتم الانبیاء اور سید المرسلین ہونے کی تصدیق کے ساتھ اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت کے بعد کسی کی نبوت صحیح نہیں بلکہ گمراہی اور ضلال ہے۔ قرآن مجید کو کلام اللہ کہہ کر یہ بیان کردیا گیا ہے وحی کی صورت میں قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے بلا کیفیت قول حق کو اتارا اور مومنین نے اس کو حق او غیر مخلوق قراردیا۔ ساتھ ہی واضح کردیا کہ کلام اللہ کو بشر کا کلام کہنے والے کفر وضلالت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں بشر کے مثل نہیں۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اہل قدر یعنی معتزلہ کے پر غلو اعتقادات سے اجتناب کرتے ہوئے، صفات باری تعالیٰ کو ظاہر طور پر بیان کیا کہ قرآن حکیم نے ان صفات کا ذکر بظاہر ذات سے الگ بیان کیا ہے۔ معتزلہ نے اپنے اہل التوحید ہونے کے غلو میں صفات کو عین ذات باری تعالیٰ کہہ کر صفات کا گویا انکار کردیا۔ کہ صفات باری جب عین ذات باری ہوئے تو صفات تو گویا ذات میں گم ہوگئے۔ اور اسی عقیدہ کے نتیجہ میں کلام اللہ کو اضافت ظاہری کی وجہ سے مخلوق قرار دیکر انہوں نے خلیفہ مامون کے عہد میں قرآن کے مخلوق ہونے کے عقیدہ پر ساری توجہ مرکوز کردی۔ اور آیت پاک ویحذرکم اللہ نفسہ" کی اضافت نفس کو فراموش کردیا۔ اس طرح خطاوار ٹھہرے۔

اسی طرح امام طحاوی رحمہ اللہ نے معتزلہ کے عقیدہ رویت باری تعالیٰ سے احتراز کرتے ہوئے، جنت میں حسب بیان آیات واحادیث صاف طور سے اللہ تعالیٰ کو جنت میں دیکھنے کے عقیدہ کو بیان

کردیا، اگرچہ معتزلہ آیت پاک "لاتدرکہ الابصار" کی روشنی میں اپنے عقیدہ عدم رویت پر زور دیتے رہے، مگر یہ خیال نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیائے آب و گل کے ماحول میں جسمانی ابصار (آنکھوں) کے ادراک کی نفی کی ہے۔ ورنہ حضور ﷺ کے فرمان کے خلاف ایک مسلمان عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔ پھر قرآنی آیت کے ساتھ اہل جنت کے لئے رویت باری کو سب سے بڑی نعمت اور رحمت بیان فرمایا پھر معراج نبوی اور حوض کوثر، حضور ﷺ کی شفاعت اور اہل جنت اور دوزخ کے مستحقین کو اللہ تعالیٰ کے علم میں بلازیادتی اور کمی کے حق کو بیان کیا۔ پھر قدر اور علم کی تفسیر کے ساتھ بندے کے واجبات وفرائض کی تصریح کی۔ کہ اللہ کی مشیت اور تقدیر پر پختہ یقین رکھنے کا حکم ہے۔ قرآن حکیم کے بیان کردہ عرش وکرسی کو حق ہونے کی تلقین کی۔ خود مسلمانوں کو تاکید کی کہ سارے مسلمانوں کو برابر بھائی سمجھنا چاہیے اور کسی تکفیر نہ کریں۔ یہ یقین رکھیں کہ ایمان کے ساتھ مرنے والوں کی مغفرت یقینی ہے۔ آخر میں ایمان کے بارے میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ، فرشتوں، اللہ کی کتابوں اور رسولوں کو نیز یوم آخر اور بعث بعدالموت اور خیر وشر قدر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا یقین کرنا ایمان ہے۔ اتباع سنت وجماعت کی ساتھ حضور اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے احکام واصول کی پیروی کا حکم دیا یعنی طہارت کے لئے چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا ضروری ہے۔ حج اور جہاد قیامت تک کیلئے فرض ہے ساتھ ہی کراما کاتبین عذاب و ثواب، قبر، بعث وقیامت اور جنت ودوزخ کا وجود ہونا یقینی امور ہیں۔ پیغمبر و آل پیغمبر وازواج مطہرات اور اصحاب رسول کی محبت دین ایمان ہے بلکہ احسان، اور ان سے بغض رکھنا کفر ونفاق وطغیان ہیں۔ ساتھی ہی رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین عشرہ مبشرہ بالجنۃ سے محبت واحترام، اور سارے اصحاب وعلماء سلف صالحین اور اہل خیر واثر وفقہ کو ذکر جمیل، حسن اعتقاد کے ساتھ یاد کرنا ہدایت کی دلیل ہے۔ اولیاء اللہ سے عقیدت مندی ضروری ہے البتہ کسی ولی کو کسی نبی پر فوقیت حاصل نہیں، نبی کوئی ہو سارے اولیاء پر فضیلت رکھتا ہے۔ آخر میں علامات قیامت یعنی خروج دجال، نزول مسیح علیہ السلام، یاجوج ماجوج کا خروج، پورب کی بجائے پچھم سے سورج کا طلوع ہونا، وغیر کا ذکر تفصیل کے ساتھ احادیث کے مجموعوں میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کے متعلق وہم وشک نہ کرنا چاہیے۔ ساتھ ہی امام طحاوی رحمہ اللہ نے زور دیا ہے کہ اہل سنت والجماعت کا اتباع کرنالازم ہے۔ دین اسلام ہی اللہ کا محبوب وپسندیدہ دین ہے۔ مسلمانوں میں فرقہ سے احتراز واجب ہے۔ دین میں حدیث وقرآن سے زیادہ کوئی طریقہ بنانا بدعت ہے۔ اور بدعت گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان چھوٹے چھوٹے فرقوں سے محفوظ رکھے (آمین)

امام طحاوی رحمہ اللہ کی تصانیف کی تفصیلی بحث سے ان کی فقہی بصیرت اور اجتہادی شان وعظمت واضح ہوتی ہے۔ امام موصوف فقہی استدلال قرآنی عبارات سے، رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار سے کرتے تھے۔اور متعلقہ یا مماثل آیات وآثار کی روشنی میں مسائل کے حل کی طرف امت کی رہنمائی کرتے رہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے ابن عینیہ، ابن وہب وغیرہ کے اصحاب سے احادیث وعلوم کے حصول میں جدوجہد کی۔ مصر شام اور دوسرے ممالک کے علماء فضلاء سے مسائل کی تحقیق وتدقیق میں کوشاں رہے، ہر مسلک اور ہر مذہب کے اہل علم سے استفادہ کیا۔ ہمیشہ آیات وروایات کو پیش نظر رکھا اور پھر مرفوع، موقوف ومرسل ، آثار وروایات سے مختلف المترابت اسانید کو بیان کرکے حق کی صراحت کیلئے کوشاں رہے۔ اور اصول اجتہاد کی روشنی میں ان کی طویل بحثوں کا تجزیہ کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے۔ کہ علماء وفضلاء نے ان کے متعلقہ جن عمدہ آراء کا اظہار کیا ہے ان کی صداقت واضح ہوجاتی ہے۔

حوالہ جات

١. الافغانی، ابوالوفاء" مقدمہ مختصر الطحاوی" ص:١١. والکوثری" الحاوی" ص:١٢

٢. ابن عبدالبر:" جامع بیان العلم وفضلہ" ج:٢،ص:٨٠

٣. ایضاً

۴. السمعانی، ابوسعید، عبدالکریم:" الانساب"ج:١،ص:١٨١

٥. ابن جوزی، ،سبط"المنتظم" (دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد،١٣۵٧ھ)ج:٦،ص:٢٥٠

٦. ابن جوزی، ،سبط"المنتظم" (دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد،١٣۵٧ھ)ج:٦،ص:٢٥٠

الافغانی، ابوالوفاء" مقدمہ مختصر الطحاوی"ص:١١

٧. الذہبی " تذکرۃ الحفاظ" ج:٣،ص:٢٩

٨. ابن کثیر:" البدایۃ والنہایۃ" ج:١١، ص:١٧۴

٩. السورتی، وصی احمد" مقدمہ معانی الاثار"(مکتبہ الرحیمیہ، دہلی١٣۴٨ھ،ج:١،ص:۴

١٠. ابن الندیم" الفہرست" ص:٢٠٧

١١. طاش کبری زادہ ، ابن خلیل احمد بن مصلح الدین مصطفی، "طبقات الفقہاء" (مطبع الزہراء الحدیثہ،١٣٨٠ھ) ص:۵٨

١٢. ابن قطلوبغا، زین الدین قاسم، تاریخ التراجم" ص:١٨

١٣. العسقلانی، ابن حجر، لسان المیزان" ج١،ص:٢٨١تا٢٨٢

١۴. ایضاً،ص:٢٨١

١٥. روحی اوزجان"مقدمہالشروطالصغیر"ص:١٩.والکوثری" الحاوی"ص:٢۴

١٦. السورتی ، وصی احمد، مقدمہ معانی الاثار" ج:١،ص:۴